ہونے میں مدد دی تھی جس سے وہ شادی کی خواہش مند تھی۔ آرچ بشپ نے کرسمس کے موقع پر مسلمانوں کے نام اپنے خط میں کہا کہ مسلمان اکثر اِس لیے سختیوں کا نشانہ بنتے ہیں کہ نامنصفانہ طور پر اسلام اور دہشت پسندی کے درمیان ربط پیدا کر لیا جاتا ہے۔ مسیحی آبادی جانتی ہے کہ شہروں اور نواحی قصبوں میں بہت سے مسلمان ہیں، جو امن و امان اور رواداری کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ بے روزگاری کے باوجود نوجوان مسلمانوں نے فرانسیسی شہریت اختیار کی اور فرانس کی معاشرتی اقدار اپنائی ہیں۔ خط میں مزید کہا گیا ہے کہ "اِس وقت جب مسیحی یسوع مسیح گ جنھیں مسلمان خدا کا پیغمبر کہتے ہیں گ کی ولادت کی خوشیاں منا رہے ہیں، ہم آپ کو اپنی مخلصانہ دوستی کا یقین دلاتے ہیں۔ ہم اپنے ملک میں مل جل کر بہتر انسانی مستقبل کی تعمیر کر سکتے ہیں۔" (دی کرسچن وائس، کراچی - ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء)

ویٹی کن: پاکستانی سفیر سے پوپ جان پال دوم کا خطاب

["عالم اسلام اور عیسائیت" کے شمارہ بابت جنوری ۱۹۹۶ء میں پوپ جان پال دوم کی گفتگو کا کچھ حصہ نقل کیا گیا تھا جو اُنھوں نے پاکستانی سفیر کے کاغذات نامزدگی وصول کرتے ہوئے کی تھی۔ بعد میں پوپ جان پال دوم کے خطاب کا پورا متن شائع ہوا۔ ذیل میں "دی کرسچن وائس" کے شکریے کے ساتھ اِس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ انگریزی سے اُردو ترجمہ شاہد فاروق نے کیا ہے۔ مدیر]

جنابِ سفیر!

کاغذاتِ نامزدگی وصول کر کے مجھے از حد خوشی ہوئی ہے جن کی رُو سے آپ کو بارگاہِ روما (Holy See) میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کا سفیرِ خاص اور مختار اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے۔ [اِس وقت] میرا ذہن معزز پاکستانی عوام کی جانب ہے جن کے لیے میری تمنا ہے کہ وہ آپ کے خطۂ ارض میں امن و سلامتی کی بنیادوں پر ایک منصفانہ اور روادارانہ معاشرے کے قیام میں کامیاب ہوں۔ میں آپ کے اُن احترام بھرے کلمات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے امن کو پروان چڑھانے اور تمام قوموں کی ترقی کے لیے بارگاہِ روما کی کوششوں کے لیے کہے ہیں۔

اِس سال کے آغاز میں بارگاہِ روما میں تعینات سفارتی نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے میں انسانیت کے ناتے اپنی بہنوں اور بھائیوں کی "مایوسی اور درد بھری ان گنت چیخوں" کا حوالہ دیے بغیر نہ رہ سکا جو جنگ، ناانصافی، بے روزگاری، غربت اور تنہائی کے مارے ہوئے ہیں۔ (دیکھیے: خطاب ۹ جنوری ۱۹۹۵ء)۔ اِس وقت جب ہم سب کو اِس بات کا قائل ہو جانا چاہیے کہ امن اور قوموں کے درمیان مصالحت ممکن ہے، دانش مندی کے ساتھ اِس منزل کی جستجو کرنا چاہیے اور اِس کے لیے صبر و استقامت

سے کام لینا چاہیے۔ حکومتوں اور عالمی رہنماؤں کو باہمی احترام اور مکالمے کی راہ اختیار کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے جو انسانیت کے مستقبل کی واحد ضمانت ہے۔ اس راہ پر چلتے ہوئے بڑھتی ہوئی قومیّت پرستی یا مذہبی عدمِ رواداری سے ہٹ کر جدّوجہد ہونا چاہیے۔ اصل میں دُنیا کے امن کی دشمن یہی بڑھتی ہوئی قومیت پرستی اور مذہبی عدم رواداری ہیں، کیوں کہ یہ لوگوں کو آپس میں تقسیم کرتی ہیں اور اُن کے درمیان بے اعتمادی اور خوف کی دیواریں چن دیتی ہیں۔

سفارتی نمائندوں سے اپنے خطاب میں میں نے اُن مواقع کی بات بھی کی تھی جہاں بین الاقوامی برادری نے وسیع النظر اور مؤثر ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ (حوالہ مذکورہ) یہی مواقع ہیں جہاں جرأت مند مردوزن ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں اور ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کے لیے مناسب ذرائع تلاش کر لیتے ہیں جس میں اختلافات کو [ثقافتی] ثروت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ہم آہنگی اور برداشت و تحمّل کا ماحول پروان چڑھانے میں مختلف مذہبی روایات کے پیروکاروں کو لازماً کردار ادا کرنا ہے، لیکن یہ صرف اُس وقت ممکن ہے جب معاشرے میں ایسا طرزِ عمل اور روّیہ ہو جو لوگوں کو دوسروں کے احترام اور اُن کی مذہبی آزادی کے اصول کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ مذہبی آزادی کے اس حق کی بنیاد، انسان کی عظمت ہے۔ یہ حق اِس قدر بنیادی نوعیت کا ہے کہ یہ شہری قوانین سے پہلے آتا ہے، اِسی لیے تمام حاکم اِس کے تحفّظ کے پابند ہیں اور اِس کے ضامن بھی۔

جنابِ سفیر!

آپ کے اپنے ملک میں اختلاف کو تسلیم کرنے اور اِس کے احترام کی روایت موجود ہے۔ دل کی گہرائیوں سے میں یہ اُمید رکھتا ہوں کہ اِس روایت کو تقویت دی جائے گی اور اِس کی حفاظت ہوگی، تا کہ بلا جواز تعصّب اور امتیازی سلوک سے دامن بچایا جا سکے۔ امتیازی سلوک میں مذہبی عقائد کی بنیاد پر تعصّب بھی شامل ہے۔

اگرچہ پاکستان میں کیتھولک برادری آبادی کے تناسب سے بہت چھوٹی ہے، تاہم اِس کے ارکان اپنے آپ کو دوسرے شہریوں سے کم پاکستانی نہیں سمجھتے۔ جب کبھی عوامی روّیے اور خود قانونی نظام شہری کی حیثیت سے اُن کی حفاظت کرنے میں ناکام ہو جاتا ہے تو مسیحیوں کو اِس طرح مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جیسے وہ اپنے ہی ملک میں اجنبی ہوں۔ بین الاقوامی سطح پر پاکستان نے بہت سے معاہدوں اور سمجھوتوں پر دستخط کیے ہیں جن میں انسانی حقوق سے متعلق اقوامِ متحدہ کا اعلامیہ بھی شامل ہے۔ یہ اعلامیہ ناقابلِ انتقال انسانی حقوق بشمول آزادیٔ مذہب کی ضمانت دیتا ہے اور عقیدہ و مذہب کی بنیاد پر مبنی تعصّب اور امتیاز کی نفی کرتا ہے۔ زیادہ وضاحت سے کہا جائے تو پاکستانی مسیحیوں نے روزِ اوّل سے اپنے ملک کی وفادارانہ اور مؤثر طور پر خدمت کی ہے، نیز خود مختار ریاست کے طور پر ملک کے قیام میں دستور ساز اسمبلی کے اندر اُن کا کردار غیر اہم نہیں۔ وہ قومی زندگی میں اپنا حصّہ برقرار

رکھے ہوئے ہیں جس میں اُن کی تعلیمی سرگرمیاں اور مہاجرین سمیت محتاج لوگوں کی امداد زیادہ نمایاں ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ پاکستان اپنے جمہوری نصب العین اور بنیادی آزادیوں کو کبھی ترک نہ کرے گا اور اس کے تمام لوگ تعاون، باہمی اعتماد اور انصاف پر مبنی معاشرے کی تعمیر میں اپنا حصّہ ادا کر سکیں گے۔

جناب سفیر!

میں پُراعتماد ہوں کہ آپ پاکستان اور بارگاہ روما کے درمیان دوستی کے رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی تمام تر ذاتی صلاحیتیں اور سفارتی مہارت بروئے کار لائیں گے۔ اس وقت جب کہ آپ اپنے مشن کا آغاز کر رہے ہیں، میری دلی نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو اُن افراد سے بھرپور تعاون حاصل رہے گا جو دینی خدمت میں میری مدد کرتے ہیں اور اس لیے وہ بین الاقوامی برادری کی خدمت کے لیے ہمہ تن وقف ہیں۔ خدائے برتر آپ کا حامی و ناصر ہو اور اُس کی رحمتیں تمام پاکستانی عوام پر نچھاور ہوں۔ (دی کرسچن وائس، کراچی - ۷ جنوری ۱۹۹۶ء)

"تارکینِ وطن اور میزبان ممالک دونوں کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔" —— پوپ جان پال دوم

"تارکینِ وطن کی ذمہ داری ہے کہ وہ جس ملک میں گئے ہیں، اُس کے قانون کا احترام کریں، اسی طرح اُن ممالک کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہاں آنے والے ہر شخص کے انسانی حقوق کا احترام کریں۔" ان خیالات کا اظہار پوپ جان پال دوم نے سینٹ جیمز سکوائر میں ۶ جنوری کو ملاقاتیوں سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

یہ حقیقت ہے کہ لوگ تشدّد، سیاسی جبر یا معاشی مجبوریوں کے باعث ترکِ وطن کر رہے ہیں اور یہ صورت حال "ہمارے عہد کا سب سے زیادہ حیرت انگیز عمل ہے۔" اس عمل سے اکثر معاشروں کے لیے مسائل پیدا ہوئے ہیں، اس لیے میں ان مسائل سے دوچار حکومتوں کے نام اپنی اپیل دُہرانا چاہتا ہوں کہ وہ انسانی حقوق کا پورا احترام کرتے ہوئے ترکِ وطن کے عمل کو روکیں۔

جناب پوپ نے کہا کہ کسی قوم کے قوانین اور اس کی شناخت کے تحفّظ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تمام لوگوں کے ساتھ مساویانہ سلوک نہ ہو۔ قانونی بالادستی اور مساوات ایک دوسرے کی ضد نہیں، بلکہ اُنہیں ایک دوسرے کی تکمیل کرنا چاہیے۔ "اگر کہیں کوئی کوشش قانون کی بالادستی اور مساوات دونوں پر مبنی ہے تو ممکن ہے کہ ترکِ وطن کو میزبان ملک کی خوشحالی اور سلامتی کے لیے خلاف خطرہ نہ سمجھا